معلم الانشاء سوئم کے نمونوں کا ترجمہ

گلریز رضا مصباحی

شائع کردہ
مصباحی لائبریری
مڈناپور، بہیڑی، ضلع بریلی شریف (یوپی)

اللہ کے رسول ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔
(ماخوذ از نظرات۔ مصطفےٰ لطفی منفلوطی)

بے شک نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور ان کی وہ خصائل جن کے مثل پر کوئی نفس انسانی مشتمل نہیں ہے اس کو بے نیاز کر دیتی ہے اور اس کو زمین، آسمان، پانی یا ہوا میں سے اس جیسی مثال لانے سے حیرت زدہ کر دیتی ہے۔
بے شک آپ کے علم، بردباری اور صبر و تحمل اور تواضع ایثار اور سچائی و اخلاص سے تعلق رکھنے والے معجزات نے اہل عرب کو اس سے کہیں زیادہ حیرت زدہ کیا جتنا کہ کنکریوں کی تسبیح اور چاند کا پھٹنا اور درخت کے چلنے اور پتھر کے نرم ہونے سے تعلق رکھنے والے معجزات نے ان کو حیرت زدہ کیا، اس لیے کہ پہلے والے معجزات میں وہ چیز نہ تھی جو ان کو دوسرے والوں میں شک میں ڈالتی اور وہ ان کے اور نجومیوں کی نجومیت اور کاہنوں کی کہانت اور جادوگروں کی جادوگری کے درمیان شبہ کا ہونا، اگر آپ کی فطری صفات اور خصائل و کمالات نہ ہوتے تو ارادہ کے مطابق حیرت زدہ چیزیں مکمل نہ ہوتیں، اور آپ کے معجزات عربوں کے دلوں میں وہ اثر نہ چھوڑتے جو انھوں نے چھوڑا، اور یہی اللہ تعالی کے ارشاد کا معنی ہے اگر آپ تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ آپ کے اردگرد سے منتشر ہو جاتے۔
نبی کریم ﷺ بہادر تھے اور آپ مشرک قوم کو توحید کی دعوت دینے میں خوف زدہ نہ ہوئے حالانکہ آپ جانتے تھے کہ وہ تند مزاج شریر بد خلق اور غضبناک ہیں، اور وہ اپنے دین کے لیے ایسے ہی غضبناک ہوتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی عزت و ناموس کے لیے غضبناک ہوتے ہیں، اور وہ اپنے معبودوں سے ایسے ہی محبت کرتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں سے محبت کرتے ہیں۔
اور آپ کو اپنی دعوت کے کامیاب ہونے کا بھروسہ تھا، تو آپ قریش سے اس سے زیادہ سخت بات کہہ دیتے جو کہ وہ آپ سے ہنسی کرتے اور استہزا کرتے، اے قریش کی جماعت! اللہ کی تم پر زیادہ مدت نہ گزرے گی یہاں تک کہ تم جان لوگے جن کا تم انکار کرتے ہو، اور تم ان چیزوں کو پسند کروگے جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔
آپ بردبار اور نرم اخلاق تھے تو آپ اس بات سے پریشان نہ ہوئے کہ آپ کی قوم آپ کو تکلیف دیتی عیب لگاتی اور حقیر سمجھتی ہے، اور وہ آپ کے سر پر مٹی ڈالتے تھے اور نماز کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر بکری کی آنتڑی اور اونٹ کی اوجھڑی رکھ دیتے تھے، بلکہ آپ کہتے تھے اے اللہ! میری قوم کو بخش دے اس لیے وہ مجھے جانتی نہیں ہے۔
آپ پُر امید، بلند حوصلہ، مضبوط دل والے تھے، آپ اپنی قوم میں تیرہ سال ٹھہرے اللہ کی طرف بلاتے ایک ایک آدمی آپ کی دعوت قبول کرتا، تو بھی آپ اکتائے نہیں اور آپ کے دل تک مایوسی نے رسائی نہ پائی، آپ فرماتے تھے اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند اس شرط پر رکھ دیں کہ میں اس دین کو چھوڑ دوں تو بھی میں باز نہ آؤں گا یہاں تک کہ اللہ تعالی اس دین کو غلبہ عطا فرمائے یا میں اس کی راہ میں اپنی جان کو ہلاک کر دوں۔
آپ کا یہ طریقہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ آپ کو یقین ہو گیا کہ مکہ دعوت کا مشن اور نیّر تاباں کی جلوہ گاہ نہ بن سکے گا تو آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کے منتقل ہونے ہونے سے اسلام سکون سے حرکت کی طرف منتقل ہو گیا، اور مرحلہ خفا سے مرحلہ ظہور کی طرف منتقل کر گیا، اسی ہجرت سے اسلام کی اسلامی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے اس لیے کہ یہ اسلام کی شکلوں میں سے سب سے بڑی شکل ہے، اور یہ ایسی عید ہے جس کا ہر سال مسلمان جشن مناتے ہیں اس لیے کہ یہ حق پر ثابت رہنے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی سب سے حسین یادگار ہے۔
آپ ﷺ کو اپنی ہجرت میں بڑی بڑی پریشانیاں اور بڑی بڑی مصیبتیں پہونچیں اس لیے کہ آپ کی قوم آپ کی ہجرت کو ناپسند کرتی تھی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس خوف سے کہ آپ دار ہجرت میں ایسے یار و مددگار پالیں گے جو ان کے درمیان نہ پاسکے گویا کہ وہ اس بات کا احساس کرتے تھے کہ آپ حق کے طلب گار ہیں اور حق کا طلب گار حق پرستوں کے درمیان یار و مددگار پا ہی لیتا ہے تو

انھوں نے آپ پر نگرانی کرنے والے اور جاسوس مقرر کر دیئے تو آپ ان کے درمیان سے ہجرت کی رات اپنے بستر پر اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر اجنبی بن کر نکلے ساتھ ہی ساتھ ان سے کھیلتے اور اپ‍ے آپ کو ان سے بے راہ کرتے ہوئے آپ اور آپ کے ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چٹانوں پر چڑھتے غاروں اور گفا میں نیچے اترتے گھاٹی اور پہاڑوں کی پناہ لیتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ان دونوں کے بارے میں طلب و جستجو منقطع ہو گئی، اور حق پر ثابت رہنے اور صبر کی بدولت ان دونوں کا ارادہ و مقصود پورا ہو گیا۔

بے شک نبی کریم ﷺ کی زندگی سب سے بڑی مثال ہے آپ کے بلند اخلاق اور شریفانہ خصلتوں کی آراتگی تک پہونچنے کے لیے مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنا ضروری ہے اور سب سے اچھی درسگاہ ہے کہ وہ اس میں سیکھیں کہ قول میں سچائی اور عمل میں اخلاص اور رائے پر ثابت رہنا کامیابی کی وسیلہ کیسے بن سکتا ہے اور کیسے جہاد اللہ کے راستہ میں باطل پر بلندی کا سبب ہو سکتا ہے، ہمیں یونانی فلسفیوں اور رومی دانش وروں اور انگریز سائنس دانوں کی تاریخی زندگی کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ ہماری تاریخ میں شریفانہ زندگی موجود ہے جو کہ جدو جہد عمل صبر اور ثابت قدمی محبت و رحمت سیاست حقیقی شرف اور کامل انسانیت سے بھری ہوئی ہے اور وہ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ ہے اور وہ ہمارے لیے کافی وافی ہے۔

مصنوعی دین (از ڈاکٹر احمد امین)

کیا تم کو قدرتی ریشم اور مصنوعی ریشم کے درمیان فرق معلوم ہے اور کیا تمہیں شیر اور شیر کی تصویر کے درمیان فرق معلوم ہے، کیا تم حقیقی دنیا اور نقشے پر بنی ہوئی دنیا کے مابین فرق جانتے ہو۔

اور کیا تمہیں اپنے بیداری میں وجود میں آنے والے کام اور خواب غفلت میں آنے والے کام کے درمیان فرق معلوم ہے اور کیا تمہیں اپنے سامنے بھڑکنے والی آگ جو کہ اس تمام ایندھن کا کام کرتی ہے جو اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور لفظ نار جو تمھاری زبان پر جاری ہوتا ہے اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی فرق معلوم ہے۔

اور کیا تمہیں اس انسان کے درمیان جو زندگی میں رواں دواں ہے اور اس انسان کے درمیان فرق معلوم ہے جسے ٹاٹ کی چیز سے بنایا گیا ہو اور مارکیٹ کی دکانوں میں نمایش کے لیے رکھ دیا گیا ہو۔

کیا تم اپنے عزیز کو کھو دینے والی نوحہ گر عورت اور کرایہ کی نوحہ گر عورت کے درمیان فرق جانتے ہو اور دونوں آنکھوں میں سرمہ لگانے اور آنکھوں کے حقیقی طور پر سرمگی ہونے کے درمیان فرق جانتے ہو اور کیا تمہیں ان دونوں تلواروں کے درمیان فرق معلوم ہے کہ ان میں سے ایک جنگجو فوجی اپنے ہاتھ میں تھامے ہوتا ہے، اور ایک لکڑی کی وہ تلوار جسے خطیب جمعہ کے دن لیے ہوتا ہے اور کیا تمہیں حقیقی زندگی میں ہونے کے درمیان اور پردہ سیمی میں لوگوں کے ہونے کے درمیان فرق معلوم ہے اور کیا تمہیں آواز اور آواز بازگشت کے درمیان فرق معلوم ہے۔

اگر تمہیں یہ سب معلوم ہے تو بعینہ یہی فرق حقیقی اور حقیقی دین کے درمیان ہے محققین اپنے ذہنوں اور مؤرخین اپنے آپ کو کتابوں دستاویزوں کو الٹ پلٹ کر اس بات کا سبب معلوم کرنے کے لیے مشقت میں ڈالتے ہیں کہ مسلمانوں نے ابتدا میں حیرت انگیز کام کیے چنانچہ انھوں نے غزوہ کیے اور سردار بن گیے اور ملک فتح کیے اور مسلمانوں نے اپنے آخر میں حیرت انگیز کام کیے، چنانچہ وہ کمزور اور عاجز و ذلیل ہو گیے جبکہ قرآن اسلامی تعلیمات سب کچھ وہی ہیں، اس کی علت بیان کرنے میں وہ مختلف الرائے ہیں اور میں صرف اس کا ایک سبب سمجھتا ہوں اور وہ حقیقی اور غیر حقیقی کے درمیان فرق ہے۔

یہ مصنوعی دین حرکات و سکنات اور الفاظ کا دین ہے جن کے پیچھے کچھ بھی نہیں ہے، اور حقیقی دین روح، قلب اور حرارت کا دین ہے، مصنوعی دین میں نماز ورزشی کھیل حج ایک مشینی حرکت اور جسمانی سفر کا نام ہے اور مذہبی اعمال یہ ڈرامے کام اور لہو ولہب کی قسمیں ہیں۔

مصنوعی دین میں لا الہ الا اللہ ایک خوبصورت بے معنی سا کلام ہے، رہا حقیقی دین میں یہ سب کچھ ہے یہ سرمایہ پرستی کے خلاف بغاوت ہے اور اقتدار پرستی، جاہ ومنصب پرستی اور شہوت پرستی کے خلاف اور اللہ کے سوا ہر معبود کے خلاف بغاوت ہے، لا الہ الا اللہ غیر حقیقی دین میں یہ جسمانی خواہش کے سامنے سر جھکانے اور سرنگوں ہو جانے کے ساتھ موافقت رکھتا ہے، اور ذلت و رسوائی کے ساتھ بھی اتفاق رکھتا ہے، لیکن حقیقی دین میں لا الہ الا اللہ صرف حق ہی کے ساتھ موافقت رکھتا ہے، مصنوعی دین میں یہ کلمہ ہوبرُ دُ ہو جاتا ہے اور حقیقی دین میں پہاڑوں کو ہلا دیتا ہے۔

مصنوعی دین یہ چوب کاری اور پرچہ بافک (بنائی کا کام) کے فن کی طرح ایک فن ہے جس میں مہارت حاصل کرنے والا مشق و ممارست اور تجربہ سے ماہر ہو جاتا ہے، اور جہاں تک حقیقی دین کا تعلق ہے تو وہ روح اور عقیدہ اور قلب کا نام ہے یہ عمل کا نام نہیں، لیکن یہ ہر عظیم الشان اور شریفانہ کام کے اوپر ابھارتا ہے حقیقی دین میں یہ ایک اکسیر ہے جو مردے کے جسم میں اتر جاتا ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے کمزور میں آجاتا ہے تو وہ توانا ہو جاتا ہے اور یہی وہ پارس پتھر ہے جسے تم تانبہ، چاندی، اور سیسہ پر رکھ دو تو وہ سونا ہو جائے۔

یہ صرف عقیدہ کا نام ہے جو ایسے حیرت انگیز کام وجود میں لاتا ہے کہ علم تاریخ، فلسفہ اس کے سامنے حیران و پریشان کھڑے رہتے ہیں کہ اس کی کیا علت بیان کریں اور اس کی کیا تشریح کریں۔

یہ وہ تریاق ہے کہ تم اس میں سے تھوڑا سا پی لو تو زندگی کے سارے زہروں کو فنا کر دے اور یہ وہ کیمیاوی مادہ ہے جس سے دینے شعائر مل جائیں تو وہ تمہیں بارگاہ رب العزت تک پرواز کرائے گا اور اس سے دنیاوی اعمال مل جائیں تو پریشانیاں آسان ہو جائیں گی چاہے کتنی سخت ہوں اور تمہیں تمھاری غرض تک پہونچا دے گا چاہے وہ کتنی ہی سخت ہو، یہ وہی ہے جس کو ہر کامیاب شخص پالیتا ہے یہ وہی ہے جس کو ہر بے مراد شخص کھو دیتا ہے یہی وہ بجلی ہے جب اس مادہ سے مل جائے تو پہیوں کو چلاتی ہے اور کام کو تیز کرتی ہے اور جب ختم ہو جائے تو کوئی حرکت اور کام نہیں ہوتا ہے یہی وہ ہے جب تانتوں میں حلول کر جائے تو سُر پیدا کر دیتی ہے حالانکہ وہ پہلے ڈوری تھی اور یہ مادہ جب آواز میں حلول کر جائے تو نغمگی پیدا کر دیتا ہے حالانکہ پہلے وہ ہوا تھی۔

اور حقیقی دین اپنے ماننے والوں کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ اس کے لیے زندہ رہے اور اس کے لیے جنگ کرے اور مصنوعی دین اپنے ماننے والوں کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ اس کی بدولت زندہ رہے اور اس کی بدولت تجارت کرے اور حیلہ تلاش کرے، اور حقیقی دین اپنے ماننے والوں کو ہر سیاست اور ہر اقتدار سے بالاتر کر دیتا ہے اور مصنوعی دین اپنے ماننے والوں کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ اقتدار کی اور سیاست کی خدمت کے لیے دین کو چھپا لے، حقیقی دین قلب وقوت کا نام ہے اور مصنوعی دین نحو وصرف اعراب وکلام اور تاویل کا نام ہے، حقیقی دین روح اور خون کا سنگم ہے اور حق کے لیے غضبناک ہونے اور ظلم سے نفرت کرنے اور حق کو ثابت کرنے میں موت کا نام ہے، اور مصنوعی دین بڑا عمامہ چمکدار قبا اور کشادہ آستین والا جبہ ہے، شہادت حقیقی دین میں وہی ہے جس کے متعلق اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے بیشک اللہ تعالی نے مومنین سے ان کی جان ومال کو خرید لیا ہے اس شرط پر کہ ان کے لیے جنت ہے وہ راہ خدا میں قتل کرتے ہیں اور شہید کیے جاتے ہیں، اور شہادت مصنوعی دین میں جملوں کا اعراب متن کی تخریج، شرح کی تفسیر و تشریح اور مصنف کے قول کی تصحیح اور ان پر ہونے والے اعتراض کے جواب دینے کا نام ہے۔

حقیقی دین انسان کے رشتہ کو اللہ کے ساتھ اچھا بناتا ہے، اور انسان کے رشتہ کو انسان کے ساتھ اچھا بناتا ہے، اور تمام لوگوں کے رشتہ کو اللہ کے ساتھ اچھا بناتا ہے، اور مصنوعی دین اپنے ماننے والے کے رشتہ کو رزق حاصل کرنے یا جاہ و حشمت مال غنیمت حاصل کرنے، یا پریشانی کو ختم کرنے کے لیے انسان کے ساتھ اچھا بناتا ہے۔

جس نے بھی کہا ہے سچ کہا ہے کہ اس دین کا آخر اسی سے درست ہوگا جس سے اس کی ابتدا درست ہوئی تھی اور ابتدا میں یہ روح ہی کا دین تھا اور انتہا میں یہ مصنوعی دین ہو گیا۔

ہر دین و مذہب کے ماننے والے کا جرم یہ ہے کہ زمانہ کتنا بھی گزر جائے کہ وہ اس کی روح سے دور ہو جائیں اور اس کی ظاہری شکل و صورت کی حفاظت کریں اور حالات کو بدل دیں اور پیمانے کو الٹ دیں اور روح کے لیے کوئی قیمت نہ ہو قیمت صرف ظاہری شکل و صورت کی ہو۔

ایمان کا معاملہ عشق جیسا ہے کہ ٹھنڈی کو گرمی گمنامی کو ناموری کمینہ پن کو شرافت اور خود غرضی کو قربانی میں تبدیل کر دیتا ہے، اور حقیقی ایمان کا معاملہ جادو کی چھڑی کی طرح ہے جو کسی چیز سے چھو جاتی ہے تو اسے شعلہ زن کر دیتی ہے اور کسی ٹھوس چیز سے لگ جاتی ہے تو اسے پگھلا دیتی ہے اور بے جان چیزوں سے مس ہو جاتی ہے تو اسے زندگی بخش دیتی ہے۔

کون ہے جو مجھ سے مصنوعی دین لے لے تمام تر متعلقات کے ساتھ اور حقیقی دین کا ایک ایک ذرہ مجھ سے بلند حقائق کے ساتھ مجھ سے بیچ دے، میرے پاس ایک زخمی جگر ہے، کون ہے جو مجھ سے اس کے عوض ایسا جگر بیچے جو زخمی نہیں ہے

غلام (از سید قطب

غلام وہ نہیں ہیں جن کو سماجی اور اقتصادی حالات غلام بننے پر مجبور کرتے ہیں اور ان میں آقا ایسی تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ سامانوں اور جانوروں میں تصرف کرتے ہیں بیشک غلام وہ ہیں جن کو سماجی اور اقتصادی حالات غلامیت سے آزاد کراتے ہیں لیکن وہ اس پر خوشی خوشی ٹوٹ پڑتے ہیں۔

غلام وہ ہیں جو کہ محلوں اور جاگیروں کے مالک ہوتے ہیں اور ان کے پاس وافر مقدار میں مال ہوتا ہے اور ان کے پاس کام اور پیداوار کے تمام وسائل ہوتے ہیں اور ان کی جان و مال میں کسی کی حکمرانی نہیں ہوتی ہے اس کے باوجود وہ آقاؤں کے دروازوں پر بھیڑ لگاتے ہیں غلامی اور خدمت پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اپنی گردن میں غلامی کا طوق ڈال لیتے ہیں اور فخر و غرور کے ساتھ غلامی کی خاص نشانی پہن لیتے ہیں۔

غلام وہ ہیں جو آقا کے دروازے پر بھیڑ لگائے کھڑے ہوتے ہیں حالانکہ وہ علانیہ طور پر دیکھتے ہیں کیسے آقا اپنے تابعدار غلاموں کو محل میں اپنے جوتے کی نوک سے لات مارتے ہیں اور کیسے ان کو خدمت سے بغیر اطلاع اور نوٹس کے دھتکار دیتے ہیں اور ان کے سروں کو کیسے رگڑتے ہیں ان گی گدیوں پر ذلت کے طور پر تھپڑ رسید کرتے ہیں اور ان کو چوکھٹ کے باہر ڈالے جانے کا حکم دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ دروازوں پر بھیڑ لگائے رہتے ہیں اور دھتکارے ہوئے خادموں کے بدلہ میں اپنی خدمات پیش کرتے ہیں اور آقا جتنا زیادہ ذلیل کرتے ہیں تو وہ مکھیوں کی طرح (خدمت کے لیے) ٹوٹ پڑتے ہیں۔

غلام وہی ہیں جو آزادی سے بھاگتے ہیں اور جب آقا ان کو دھتکار دیتے ہیں تو وہ دوسرے آقا کو تلاش لیتے ہیں اس لیے کہ ان کی جانوں میں غلامی کی سخت حاجت ہے اس لیے کہ ان کا چھٹا حس یا ساتواں حس ذلت کا ہے جس کو سیراب کرنا ضروری ہے اور جب ان کو کوئی غلام نہیں بناتا ہے تو ان کی جانیں غلام بننے کی پیاس محسوس کرتی ہیں اور وہ آستانوں پر برکت حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں اور در دولت پر سجدہ ریز ہونے کے لیے آقا کی انگلی کے اشارے تک کا انتظار نہیں کرتے ہیں۔

غلام وہی ہیں جب ان کو آزاد کر دیا جائے یا چھوڑ دیا جائے تو چہار دیواری میں موجود باقی غلاموں پر وہ رشک کرتے ہیں نہ کہ کھلے آزاد خود مختاروں پر فخر کرتے ہیں اس لیے کہ آزادی ان کو خوف دلاتی ہے اور شرافت ان کے کاندھوں کو بوجھل بنادیتی ہے اس لیے کہ خدمت کا پٹکا ان کے کمر میں وہ فخر کی علامت ہوتی ہے جس پر وہ ناز کرتے ہیں اس لیے کہ وہ آبدار موتی جو کہ خدمت کے کپڑوں میں جڑا ہوتا ہے وہ خوبصورت خالص لباس ہوتا ہے جس کے وہ مشتاق ہوتے ہیں

غلام وہی ہیں جو کہ (غلام کے) نشان کو اپنی روح میں محسوس کرتے ہیں نہ کہ اپنی گردنوں میں ان کی جلدیں چمڑے کے کوڑے سے برانگیختہ نہیں ہوتی ہیں لیکن ان کی جانیں ذلت کے کوڑے سے برانگیختہ ہوتی ہیں، غلام فروش ان کے کانوں میں چھلا پہنا کر ان کو نہیں لے جاتے ہیں لیکن وہ بغیر غلام فروش کے چلے جاتے ہیں اس لیے کہ غلام فروش ان کے خونوں میں چھپا ہوتا ہے۔

غلام وہ ہیں جو اپنے آپ کو غلامی کی بیڑیوں اور غلام فروشوں کے باڑے میں پاتے ہیں جب ان کو آزاد کر دیا جائے تو وہ زندگی کے دریا میں بھٹک جاتے ہیں اور مجمع بھیڑ میں گم ہو جاتے ہیں اور روشنی کا سامنا کرنے سے گھبراتے ہیں اور وہ باڑے کے دروازوں پر دستک دیتے ہوئے خوشی خوشی لوٹ آتے ہیں اور وہ نگہبانوں سے گڑگڑا کر دروازہ کھولنے کو کہتے ہیں۔

غلام اسکے باوجود زمین میں سرکشی کرتے ہیں اور آزادوں پر سختی اور تشدد کرتے ہیں اور رضا کارانہ طور پر آزادوں کو عبرت ناک سزا دیتے ہیں اور وہ ان کو تکلیف و سزا دینے میں لذت محسوس کرتے ہیں اور ان میں سرکش جلادوں کی طرح تسکین و تشفی پاتے ہیں۔

وہ آزادی کے لیے آزادوں کو ابھارنے والے وسائل کو سمجھ نہیں پاتے ہیں تو وہ آزادی کو سرکشی، سربلندی کو انحراف، اور عزت کو جرم محسوس کرتے ہیں اسی وجہ سے وہ سرکشی کے دلی بخار کو ان سربلند آزادوں پر نکالتے ہیں جو غلاموں کے قافلوں میں نہیں چلتے ہیں۔

وہ آزادوں کو عبرت ناک سزا دینے کے لیے نیے نیے وسائل ایجاد کرنے کے لیے ایسے سبقت کرتے ہیں جیسے وہ آقا کی رضا کی خاطر سبقت کرتے ہیں لیکن آقا اس کے باوجود ملول خاطر ہو جاتے ہیں اور ان کو خدمت سے دھتکار دیتے ہیں اس لیے کہ آقا کا مزاج ایک کھیل کی بار باری تکرار سے اکتاہت محسوس کرتا ہے تو وہ کھلاڑیوں کو تبدیل کر لیتے ہیں اور ان کے بدلہ میں دروازوں پر بعض دوسروں کھڑا کر دیتے ہیں۔

اس کے باوجود مستقبل آزادوں کے لیے ہے نہ کہ غلاموں کے لیے ہے اور نہ ان سرداروں کے لیے نہیں جن کے قدموں پر غلام لوٹ آتے ہیں اور مستقبل آزادوں کے لیے ہے اس لیے کہ آزادی کے راستہ میں انسانیت کی جدوجہد ہر گز ضائع نہیں ہوگی اس لیے کہ غلامی کے باڑے ڈھ چکے ہیں جو کہ درست نہ کیے جائیں گے اور غلامی کی زنجیر توڑی جا چکی ہے جو ہر گز دوبارہ ڈھالی نہ جائے گی۔

ہاں بے شک غلام آگے بڑھ گیے لیکن آزادوں کا تناسب دوگنہ ہو رہا ہے اور ساری قومیں آزادی کے جلوس میں شامل ہو رہی ہیں اور غلامی کے قافلوں سے بدک رہی ہیں اگر غلام چاہتے تو آزادی کے قافلوں میں شامل ہو جاتے اس لیے کہ جلادوں کی گرفت دوبارہ اتنی قوت حاصل نہ کر سکے گی کہ وہ زمام اقتدار کو تھام سکیں اس لیے کہ غلامی کی نکیل دوبارہ اتنی قوت حاصل نہ کر سکے گی جو کہ قافلے کو آگے لیجا سکے اگر غلام یہی ہیں جیسا کہ میں نے کہا اپنی ناک میں نکیل ڈالنے کے لیے باڑوں کے دروازوں پر دستک دیتے ہیں لیکن آزادی کے قافلے چل رہے ہیں اور راستے میں ہزاروں اور لاکھوں لوگ شامل ہو رہے ہیں اور جلاد بیکار میں اس قافلے کی رکاوٹ میں کوشش کر رہے ہیں یا وہ ان پر غلاموں کو چھوڑ کر ان کو منتشر کر دیں غلامووں کے کوڑوں کا کامیاب ہونا بیکار ہے اگر چہ وہ آزادوں کی جلد کو چاک کر دیں آزادوں کے قافلے کا لوٹانا بیکار ہے جبکہ ساری رکاوٹیں توڑی جا چکی ہیں اور چٹانیں ہٹا دی گئیں اور راہ میں صرف رکاوٹیں ہی باقی رہ گئی ہیں۔

بے شک یہ ایک گردش کے بعد گردش ہے اور گزرے ہوئے تجربات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آزادی اور غلامی کے درمیان چھڑ جانے والے تمام معرکوں میں فتح و نصرت آزادی کے لیے ہی تھی آزادی کی گرفت کمزور ہوگئی لیکن آخری وار ہمیشہ

(آزادی) اسی کے لیے رہا وہ زمین میں قانون الٰہی ہے اس لیے کہ آزادی مستقبل کی بلندی کی آخری منزل ہے اور غلامی ماضی کی پستی کی طرف غیر معمولی انحطاط ہے

غلامی کے قافلے ہمیشہ اس بات کے لیے کوشاں رہتے ہیں کہ وہ آزادی کے قافلوں میں رکاوٹ ڈالیں لیکن یہ قافلہ ان قافلوں کو اس دن بھی منتشر نہ کرسکا جبکہ وہ ریوڑ میں شامل تھا اور قافلے میں اس میں مقدمہ الجیش کے دستے تھے تو کیا آج یہ اس قافلے کی راہ میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرے گا جو کہ تمام انسانوں پر مشتمل ہے حالانکہ اس میں صرف بقیہ تھوڑے غلام رہ گیے ہیں۔

اس حقیقت کے ثابت ہونے کے باوجود وہاں اسکے مقابل دوسری حقیقت ہے جو کہ ثابت ہونے میں دوسری سے کم نہیں ہے آزادی کے قافلے کے لیے قربانی ضروری ہے اور وہ غلام قافلے کے کسی گوشے کو ضرور منتشر کریں گے اور غلاموں کے کوڑے کچھ آزادوں کی پیٹھوں پر ضرور پڑیں گے آزادی کے لیے تکلیفیں ضروری ہیں غلامی کے لیے کچھ قربانیاں ہیں حالانکہ وہ غلامی ہے کیا آزادی کے لیے قربانیاں نہیں ہونگی حالانکہ وہ آزادی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے اور وہ بھی حقیقت ہے لیکن انجام مشہور ہے اور نتیجہ واضح ہے اور راستہ کھلا ہوا ہے اور تجربات بہت زیادہ ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم غلاموں کے قافلے اور غلاموں کو چھوڑ دیں کہ غلامی کا پٹکا جن کی کمر کو مزین کرتا ہے اور آبدار موتی ان کے سینوں کو مزین کرتا ہے اور ہم آزادی کے قافلوں اور ان کے سروں کو دیکھیں کہ قربانی کی علامتیں جن کے سروں کو مزین کرتی ہیں اور اعزازی نشان ان کے سینوں کو آراستہ کرتا ہے اور ہم گمنام خار دار راستہ میں قافلوں کے نشان قدم کی پیروی کریں اور ہم انجام کے بارے میں یقین پر ہیں اور انجام صبر کرنے والوں کے لیے ہے۔

اسلام باقوت دین ہے (از احمد حسن زیات)

اسلام قوت کا دین ہے کیا اس میں کوئی شک ہے اس کی قانون ساز طاقت و قوت والی وہ ذات ہے جو کہ جبار ہے اور اس کے مبلغ نبی کریم ﷺ ہیں جو بہت صبر کرنے والے عزت والے اور امین ہیں اور اس کی کتاب وہ قرآن ہے جس نے ہر انسان کو چیلنج کیا اور عاجز کردیا اور اس کی زبان وہ عربی ہے جس نے ہر زبان کو بے زبان کردیا اور خود واضح ہوگئی اور اس کے لشکر ایسے بہادر ہیں جنھوں نے قیصر و کسریٰ کی گردنیں اپنی تلواروں کے سامنے جھکادیں اور اس کے خلیفہ ایسے انصاف پسند ہیں جنھوں نے مشرق و مغرب کے اطراف میں سلطنت قائم کی تو جس کے پاس طاقت و قوت و قوی دل قوی ارادہ اور زور دار تیاری ہو تو مسلمان نہ ہوتے ہوئے وہ مسلمان ہے اور عربی نہ ہوتے ہوئے وہ عربی ہے۔

اسلام سر، زبان، بازو اور روحانی طاقت کا نام ہے اور وہ سر کی طاقت ہے اس لیے کہ وہ دلیل کے ذریعہ عقل پر اللہ کی توحید کو لازم کرتا ہے اور دلیل کے ذریعہ شریعت کی درستگی کو لازم کرتا ہے اور رائے کے ذریعہ نص کی وسعت پیدا کرتا ہے اور غور و فکر کے ذریعہ ایمان کی گہرائی پیدا کرتا ہے۔

اور وہ زبان کی طاقت ہے اس لیے کہ بلاغت وہ دلیل اعجاز اور اس کا ذریعہ ہے اور بلاغت فکری قوت جذبہ کی طاقت تعبیر معنی کی قوت اور بازو کی قوت کا نام ہے اس لیے کہ پیغام بھیجنے والی ذات وہ حکیم و خبردار ہے اسے معلوم ہے کہ حکمرانی کے ذریعہ زبان بیان کے ذریعہ یہ دونوں حق سے کچھ بے نیازی نہیں کرسکتے اور جب حس تاریک ہوجائے اور نفس حاکم ہوجائے اور آنکھیں اندھی ہوجائیں تو وہ اپنے کلمہ کے ذریعہ عقل کی قوت کو زور دار بنادیتا ہے اور حق کی طرف داعی اور حکمت کا عملی جامہ پہننے والا شریعت کی تائید کرنے والا بنادیتا ہے اس نے مسلمانوں پر ان کے دین اور اپنے دین کے راستہ میں جہاد فرض کردیا ہے۔

اور ان کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو خوف دلانے کے لیے فوج دار گھوڑوں کی تیاری کو ان پر فرض کر دیا ہے اور ان کو حکم دیا کہ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کے مثل مقابلہ کریں لیکن وہ قوت جس کا اسلام حکم دیتا ہے وہ حکمت اور رحمت وعدل کی طاقت ہے نہ کہ بیوقوفی سنگدلی اور جفاکشی کی طاقت ہے جس میں دو قوتیں ہیں جو کہ لوگوں میں بغاوت اور دشمنی پر حمہ آور ہوتی ہیں اور ایسی قوت ہے جو خود غرضی اور نفس میں سرکشی کو ختم کرتی ہے اور اسلام اس کے بعد روح میں ایسی طاقت کا نام ہے جو کہ روح کے جوہر کو روزہ، قیام ،اعتکاف، عبادت وریاضت اور غور وفکر سے نکھارتا ہے۔

اور جب تم اسلامی عقائد کے مقاصد کو درست اور حکیمانہ فکر پر پیش کروگے تو تم ان تمام کا رخ قوت کی جانب یا اس چیز کی جانب پاوگے جو کہ قوت سے حاصل ہوتی ہے تو نماز وضو کے ذریعہ جسمانی صفائی کا نام ہے اور طہارت ذکر کے ذریعہ روحانی اور حرکت کے ذریعہ جسمانی ورزش کا نام ہے اور زکوٰۃ صدقہ کے ذریعہ کمزور کو طاقت ور بناتی ہے اور پاکیزگی کے ذریعہ مال کو بڑھاتی ہے اور مدد کے ذریعہ مجمع کو باقوت بناتی ہے اور حج جان پہچان کے ذریعہ اجتماعی قوت کا نام ہے اور مشورہ اور معاہدہ کے ذریعہ سیاسی قوت کا نام ہے اور خرید وفروخت اور مارکیٹنگ کے ذریعہ اقتصادی قوت کا نام ہے اور سب سے سخت جس سے قوت جمع ہوتی ہے اور حالات ساز گار ہوتے ہیں وہ وحدت اور جماعت ہے اور یہ دونوں اسلامی مشن کے اصل ہیں اور وحدت ہی بنیاد ہے جس کی تعمیر کیجاتی ہے اور جماعت وہ محل ہے جس کو کھڑا کیا جاتا ہے اور وحدت ہی وہ بنیاد ہے اس لیے کہ شرک کو ختم کرنے کے بعد اللہ کو واحد ماننا ہے اور عرب کا منتشر ہونے کے بعد متحد ہونا ہے اور متفرق ہونے کے بعد رائے کا متفق ہونا ہے اور انتشار کے بعد زبان کا متحد ہونا ہے اور آپسی اختلاف کے بعد قبیلے کا متحد ہونا ہے اور جماعت وہ محل ہے اس لیے کہ وہ دلوں کے اس مجموعہ کا نام ہے جس کے درمیان اللہ تعالی نے محبت پیدا فرمائی اور اس اجتماعی قبیلے کا نام ہے جس کی شان محمد ﷺ نے بلندی کی پھر قوت کی ہیشگی پر وحدت پر محافظت اور جماعت پر نگہبانی کے ذریعہ نظام جہاں بانی قائم فرمایا تو وہ تنہا شخص جو اس واحد عقیدہ اور امت کا انکار کرے گا تو وہ قتل کیا جائے گا اور وہ جماعت جو مسلمانوں کی جماعت پر سرکشی کرے گی قتل کی جائے گی اور نماز اس (اجتماع) کے معاملہ کو بڑھاتی ہے اور اس کے اجر کو دوگنا کرتی ہے جب تم جماعت کے ساتھ ادا کرو اور یہ جماعت ہر دن پانچ مرتبہ مقرر ہوتی ہے پھر ہر ہفتہ جمعہ کی نماز میں یہ ثواب بڑھا دیا جاتا ہے پھر ہر سال عید کی نماز میں بڑھایا جاتا ہے پھر کم از کم ایک مرتبہ حج کی ادائگی میں بڑھایا جاتا ہے۔

اور اسلام نبی کریم ﷺ ابو بکر وعمرو کے زمانے میں اسی طرح رہا اور اسی پر حضرت خالد، سعد عمر کی عربیت تھی اور عرب اور مسلمان اس وقت مصحف شریف کو حق کے لیے اور تلوار کو باطل کے لیے اٹھائے رکھتے تھے اور ان کے خلفا نماز کی امامت اور جنگ کی قیادت میں جمع ہوتے تھے یہاں تک کہ وہ اتنے طاقت ور ہو گئے کہ ہارون رشید کے خط نے وہ کام کیا جو ایک لشکر کرتا ہے اور انسانی بھائی چارگی کی اس حد تک پہنچ گئے کہ معتصم نے ایک لشکر کسی عورت کو چھڑانے کے لیے بھیجا اور جب وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور جماعتیں مختلف ہو گئیں اور مسلمانوں کی تلواریں وہ چھڑیاں ہو گئیں جن کو خطیب منبر پر پکڑتے ہیں اور ان کے مصاحف وہ تعویذ ہو گئے جن کو مریض سینوں پر لٹکاتے ہیں اور ان کی حکومت ہر غالب کے تابع ہو گئی اور ان کا سرمایہ ہر غاصب کے لیے لوٹنے والا ہو گیا اور وہ کمزوری اور نامرادی کی اس حد کو پہنچ گئے کہ اندلسیوں کو نصاری نے ان کے ملک سے نکال دیا گزشتہ کل انھوں نے ہارون رشید کو نہ پایا اور فلسطینیوں کو یہودی آج ان کے وطن سے جلاوطن کر رہے ہیں اور وہ معتصم کو نہیں پا رہے ہیں۔

ایک خاندان (از شیخ علی طنطاوی)

ایک خاندان والے کیا کرتے ہیں وہ ایک ساتھ ایک گھر میں رہتے ہیں اور ایک دسترخوان پر کھاتے ہیں اور ایک ساتھ صبح وشام کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے الفت و محبت کرتے ہیں اور مریضوں پر شفقت کرتے ہیں اور غائبوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور آلام و مصائب کے مقابلہ میں ایک صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔

کیا یہ خاندان کی صفت نہیں ہے جبکہ ہم ایک خاندان ہیں یہ وہ بات ہے جو میں نے اپنے دل میں سوچی جبکہ ہم کانفرنس میں تھے ہمارے ساتھ مراکشی بھی تھا جو کہ نرم اور غیر واضح لہجہ میں گفتگو کرتا تھا اور جزیرے کا رہنے والا بلند و بالا آواز میں گفتگو کرتا تھا جس میں لین (جگہ کا نام) کی نرمی اور تلسمان کی قوت تھی اور مصری بھی تھا جو کہ نرم لہجہ میں گفتگو کرتا تھا اور عراقی بھی تھا جو مردانگی کی قوت میں گفتگو کررہا تھا اور شامی لبنانی اردنی اور فلسطینی بھی تھا اور ایران کردستان اور افغان و پاکستان انڈونیشیا اور قفقاس کے رہنے والے بھی کچھ بھائی تھے اور اب میں یاد کرتا ہوں کہ اس سے پہلے ستر آدمی جمع نہیں ہوتے تھے اور ان میں سے بعض نے بعض کی آواز کو بھی نہ سنا تھا اور ان میں سے ہر ایک کا فیشن دوسرے کے فیشن سے مختلف اور ایک کی زبان دوسرے کی زبان سے الگ اور ایک کی عادت دوسرے کی عادت سے مختلف تھی اگر تم مختلف لوگوں کو جو ظاہری طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں جمع کرنے کا قصد کرو تو تم اس جماعت سے زیادہ تعجب خیز جمع نہ کرپاوگے۔

لیکن یہ جماعت ایک ہوٹل میں ٹھہری اور ایک دسترخوان پر کھایا اور ایک امام کے پیچھے نماز کے لیے صف بستہ کھڑے ہوگئے اور ایک قوم بیمار ہوگئی (اور میں بھی ان مریضوں میں سے تھا) تو تمام لوگوں نے ان پر نرمی کی اور ایک شخص مرگیا تو تمام لوگ اس پر غمگین ہوئے اور ان میں سے ہر شخص نے یہ محسوس کیا کہ وہ پہلے ہی دن سے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہے وہ ان کو ازل سے جانتا ہے اور وہ اس کو جانتے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتا ہے تو لائق حیرت حقیقت کیسے ثابت ہوگئی۔

اور اس ہوٹل میں تمام اسلامی ممالک کس طرح سماگئے تو یہ ایسا خاندان ہے کہ اکثر وہ خاندان جن کے درمیان خونی اور نسبی رشتہ ہوتا ہے وہ یہ تمنا کرتے ہیں کہ ان کے لیے بھی الفت و محبت اور تعلقات میں سے کچھ حصہ ہو جو اس خاندان کے لیے ہے۔

زبان، وطن لباس اور فکروں کی رکاوٹ ایک لمحہ میں کس طرح ڈھاگئی یہاں تک کہ ان میں کوئی عربی فارسی ترکی کردی سرکشی اسفرا سمر قریب و بعید نہ رہا کیسے ڈھاگئیں ایک دن میں وحدت فی الدین اخوت فی اللہ کو روکنے والی وہ تمام رکاوٹیں جن کے بنانے میں دشمن اسلام نے ایک لمبا وقت لگایا یہی اسلام کا راز ہے۔

تم کہدواے قوم کا نعرہ بلند کرنے والو اپنے غیظ و غضب میں مرجاو بیشک مستقبل ہمارے لیے ہے تم نے ایک محل بنایا ہے لیکن یہ برف کا محل ہے جب اس پر اسلام کا سورج طلوع ہوگا تو وہ قدموں سے روندھ کر کیچڑ ہوجائے گا۔

الف لیلہ کا دور گزر چکا (از ابوالحسن علی ندوی)

کتاب الف لیلہ ولیلہ اس زمانے کی عکاسی کرتی ہے جس میں زندگی ایک شخص کے گرد گردش کرتی تھی اور وہ شخص خلیفہ یا بادشاہ ہوتا تھا یا مٹھی بھر چند لوگوں کے ارد گرد گردش کرتی تھی اور وہ وزرا یا بادشاہوں کے لڑکے ہوتے تھے اور شہر اس نیک شخص کی شخصی ملکیت سمجھے جاتے تھے اور قوم بادشاہ کی فوج اور غلام تھی جو ان کے جان و مال جائداد جان اور عزت میں من مانی کرتا تھا اور قوم پر صرف واحد شخص کا سایہ حکومت کرتا تھا اور ان کی زندگی بادشاہ کی زندگی کا پھیلاؤ تھی۔

زندگی اس شخص کے گرد اپنی تاریخ علوم وادب شعر اور پیداوار کے ساتھ گردش کرتی تھی اگر کوئی شخص اس عہد کی تاریخ یا ادب سے خالی زمانے کا جائزہ لے تو وہ اس شخصیت کو قوم اور گروہ پر حاوی پائے گا جس طرح گھنا درخت گھاس پر اور ان درختوں پر سایہ کرتا ہے جو اس کے سایہ میں اگتے ہیں اور دھوپ ہوا سے ان کو بچاتا ہے اسی طرح یہ قوم اس فرد کی شخصیت میں گم ہوگئی اور اس میں گھل گئی اور وہ قوم اتنی کمزور ہوگئی کہ اس کی شخصیت ارادہ آزادی شرافت وعزت نہ رہی۔

اور اس شخص کی خاطر زندگی کا پہیا گردش کرتا تھا اور اس کی خاطر کسان محنت کرتے اور تاجر کام میں مشغول ہوتے اور کاریگر کوشش کرتے مصنفین تصنیف کرتے اور شاعر نظم ونگاری کرتے اور اسی کی خاطر مائیں بچے جنتی تھی اور اس کے راستہ میں لوگ مرتے اور لشکر قتال کرتے بلکہ اسی کی وجہ سے زمین اپنے خزانے اگاتی اور سمندر اپنی نعمتوں کو باہر نکالتے اور اسی کی خاطر زمین کے خزانے اور اس کی پیداوار نکلتی تھی۔

اور قوم محتاجوں اور غلاموں کی طرح زندگی گزارتی تھی حالانکہ اس خوشحالی میں تمام پیداوار اور تمام فضل وکمال کا سہرہ اسی کا ہے تو کبھی وہ بادشاہ کے دسترخوان پر اس کے وزرا سے بچے ہوئے کچھ ریزے پالیتی ہے تو وہ شکریہ ادا کرتی ہے اور کبھی محروم رہ جاتی ہے تو صبر کرتی ہے اور کبھی اس میں انسانیت مرجاتی ہے تو وہ کچھ بھی انکار نہیں کرتی ہے بلکہ وہ بادشاہ کا قرب حاصل کرنے اور موقع کا فائدہ اٹھانے میں سبقت کرتی ہے۔

یہی وہ زمانہ ہے جو کہ مشرق میں ایک لمبے زمانے تک پھلا پھولا اور اس قوم کی زندگی، جان ادب وشاعری، اخلاق اور مجلسوں میں بہت سی ناکامیوں کو چھوڑ گیا اور عربی مکتبوں میں لازوال نقوش چھوڑ گیا اور ان زندہ نقوش میں سے کتاب الف لیلہ ولیلہ ہے جو اس زمانے کی حسین تصویر کشی کرتی ہے جبکہ خلیفہ کسی دن بغداد میں یا بادشاہ دمشق یا قاہرہ میں ہوتا تھا تو وہ ہر چیز روح رواں اور مرکز ومحور ہوتا تھا۔

بے شک یہ وہ زمانہ ہے جس کی منظر کشی کتاب الف لیلہ ولیلہ تمام حوادث اور قصص کے ساتھ کرتی ہے اور کتاب الاغانی اپنی تاریخ اور ادب کے ساتھ اس زمانے کی منظر کشی کرتی ہے جو کہ اسلامی زمانہ نہ تھا اور عقلی طبعی زمانہ نہ تھا اور اسلام نے اس کو پسند نہ کیا اور عقل نے اس کو تسلیم نہ کیا بلکہ اسلام کے آتے ہی وہ منہدم اور فنا ہوگیا تو یہ وہی زمانہ ہے جس میں نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو آپ نے اس زمانے کو جاہلیت سے موسوم کیا اور اس کی مذمت کی اور اس کے بادشاہ قیصر وکسری کا انکار کیا اور ان کی اور ان کی خود غرضی اور آسودہ حالی کا سختی سے انکار کیا۔

بے شک یہ زمانہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی زمانے میں بقا اور ٹھہراؤ کے قابل نہ تھا اور اس کی طرف کوئی راہ نہ تھی مگر قوم اپنے معاملہ میں مغلوب تھی یا جو اس کی عقل میں آئے وہ کرے یا خالی احساس اور بیزار رہے یا جان وروح کے اعتبار سے مردہ رہے۔

بے شک اس وضع کو عقل تسلیم نہیں کرتی ہے اور کون ہے جو جائز قرار دے کہ کوئی فرد یا چند افراد قسم قسم کے کھانے اور مشروبات کو بدہضمی کی حد تک کھائیں اور ہزاروں لوگ بھوکے اور پیاسے مرجائیں اور کون ہے جو اس بات کو جائز قرار دے کہ بادشاہ یا بادشاہ کے لڑکے مال کی فضول خرچی کریں اور لوگ اتنی بھی روزی نہ پائیں جو ان کی پیٹھ کو سیدھا کرے اور نہ اتنا کپڑا جو ان کے جسم کو چھپائے اور کون ہے جو اس بات کو جائز قرار دے لوگوں کا ایک بڑا طبقہ تنہا پیداوار کرے اور زندگی میں محنت ومشقت کرے اور غیر

معمولی تھکا دینے والا کام کرے اور ایک طبقہ وہ ہے جو کہ انگلیوں پر گنا جا سکے وہ صرف پہلے والے طبقہ کی محنت ومشقت کے ثمرات سے بغیر شکریہ ومہربانی اور بغیر عقل وہوش کے کھلواڑ کرے۔

اور کون ہے جو اس بات کو جائز قرار دے کہ ہنر مند ذہانت دار کوشش کرنے والے اور محنت کرنے والے اور صلاحیت مند لوگوں کو محروم کر دیا جائے اور ان لوگوں کو خوشحال رکھا جائے جو کہ فضول خرچی کے علاوہ اچھائی نہیں کرتے ہیں اور فسق وفجور شراب خوری کے سوا کوئی کام نہیں جانتے ہیں اور کون ہے جو اس بات کو جائز قرار دے کہ باصلاحیت باکمال اور امانت دار لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کیجائے اور اچھوتوں کی طرح برتاؤ کیا جائے اور کمینوں احمقوں کم عقلوں کی فوج بادشاہ یا امیر کے گرد جمع رہے جنھیں مال خرچ کرنے اور تسکین شہوت کے سوا کچھ فکر نہیں اور دنیا کے فنون کے سے سوائے چاپلوسی بے جا تعریف اور بے قصوروں کے خلاف سازش کرنے کے سوا کوئی اچھا فن نہیں جانتے ہیں اور بے حسی اور بے حیائی کے علاوہ کسی بھی چیز سے متّصف نہیں ہیں بیشک غیر معمولی صورت حال کا ایک دن بھی باقی رہ جانا مناسب نہیں چہ جائکہ وہ سالوں سال باقی رہے۔

بے شک تاریخی زمانوں میں سے ایک زمانہ گزر چکا حالانکہ یہ ایک لمبے زمانے تک باقی رہا تو یہ امت کی غفلت یا اس سے ناگواری اسلام کی کمزوری اور جہالت کی طاقت کے سبب سے تھا لیکن اسلام کے لائق یہ ہے کہ وہ روشن ہو اور آگے بڑھے جب جب اسلام کا سورج روشن ہوا تو عقلوں کو متنبہ کیا اور امت کو جگایا تاکہ وہ اپنی جان اور افراد کا محاسبہ کرے۔

وہ لوگ جو الف لیلہ کے زمانے میں زندگی گزارتے تھے تو وہ خواب کی دنیا میں زندگی گزارتے تھے وہ مکڑی کے گھر سے زیادہ کمزور گھر میں زندگی گزارتے تھے وہ خطروں سے دھمکی دئے ہوئے گھروں میں زندگی گزارتے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ کب حملہ ہو جائے اور نہیں جانتے تھے کہ کب کدال سے ڈھانے کا کام شروع ہو جائے اگر وہ ان سب سے سلامت بھی رہے تو وہ نہیں جانتے تھے کہ چھت کب ان کے اوپر سے گر جائے اس لیے کہ وہ غیر مضبوط ستونوں پر قائم تھی۔

خبردار بے شک الف لیلہ ولیلہ کا زمانہ گزر چکا تو قومیں خود کو دھوکے میں نہ رکھیں اور خود کو ایسی گاڑی سے نہ باندھیں جو کہ ٹوٹ چکی اور منہدم ہو چکی ہے اگر یہ تعبیر جائز ہو کہ فردیت ایک چراغ ہے اس کا تیل ختم ہو چکا ہے اور بتی جل چکی ہے تو وہ جلد ہی بجھ جائے گی اگرچہ زوردار ہوا نہ چلے۔

اسلام میں کسی بھی قسم کی خود غرضی کی کوئی جگہ نہیں ہے بے شک شخصی یا خاندانی ترجیح جس کو ہم بعض مشرقی قوموں یا بعض اسلامی ممالک میں دیکھتے ہیں اس کو اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے اور اسلام میں اس ترجیحی اثر ورسوخ کو کوئی جگہ نہیں ہے جس کو ہم یورپ وامریکا افریقا اور روس میں دیکھتے ہیں تو یورپ میں یہ گروہ میں سے ایک گروہ کو ترجیح دینا ہے اور امریکا میں سرمایہ داروں کو ترجیح دینا ہے اور ترجیح کثیر جماعت پر غالب آ گئی اور وہ مزدوروں قیدیوں کے ساتھ تنگ دلی اور وحشیانہ سلوک کرتی ہے ہو سکتا ہے کہ اس بیکار تاریک تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہ پائی جائے۔

بے شک اثر ورسوخ اپنی تمام قسموں کے ساتھ عنقریب ختم ہو جائے گا اور انسانیت عنقریب انقلاب لائے گی اور اس سے سخت انتقام لائے گی بے شک دنیا میں منصف معتدل رواداری والے اسلام کے سوا کوئی مستقبل نہیں ہے اگرچہ ان اثر ورسوخ کی مدت دراز ہو جائے اور ان کی لگام ڈھیلی ہو جائے تب بھی وہ اپنی گمراہیوں سرکشی میں ایک لمبے زمانے تک بھٹکتے رہیں گے۔

بے شک اثرور سوخ خواہ شخصی ہو یا خاندانی پارٹی ہو یا فطری امت کی زندگی میں غیر فطری ہے اور پہلے لمحہ میں ہی اس سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور باشعور اور شعور تک پہونچنے والے معاشرہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور بقا کی امید نہیں ہے تو مسلمانوں، عربوں، سربراہوں اور ارباب حل وعقد کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ خود کو اس سے چھٹکارا دیں اور ان سے قطع تعلق کرلیں قبل اس کے وہ ان کے ساتھ غرق ہوجائیں۔

خبردار شخصیت نے مشرق میں بھی روانگی کا سگنل دے دیا ہے اور اس کے ستارے گررہے ہیں اور یہ زید وعمر کا مسلہ نہیں ہے بلکہ یہ اس زمانے کا مسلہ ہے جو کہ ختم ہوجائے گا اور ایسی فکر کا مسلہ ہے جو کہ چھپ جائے گی اور ایسے کارخانے کا مسئلہ ہے جو کہ بند ہوجائے گا تو وہ لوگ جو اس (فردیت) کے سہارے زندگی گزارتے ہیں چاہیے کہ وہ بچیں کہ وہ انجام سے ملنے والے ہیں۔

مجدد الفِ ثانی حضرت شیخ سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (از استاذ مسعود ندوی)

جب معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اسلام ان شہروں میں اجنبی ہوگیا جب مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کی جانے لگی اور ان کے درمیان دین داری اختیار کرنے والے کی حالت کی طرح ہوگئی تو وہ شخص کھڑا ہوا جس کے لیے اللہ تعالی نے یہ مقدر کردیا تھا کہ وہ اس ظالم اور اس کے گمراہ اور گمراہ گر اعوان وانصاروکے مقابلہ میں کھڑا ہو اور افضل جہاد کے جھنڈے کو بلند کرے اور کلمہ حق کا اعلاان کرے اور سرکشی کی لگام کو روکے اور ان کی بدعتوں اور شرارتوں کا یقینی طور پر خاتمہ کرے تو امام مجاہد عالم زاہد شیخ احمد بن عبد الاحد فاروقی سرہندی جو کہ مجدد الف چانی کے لقب سے مشہور ہیں پوری لیاقت اور صلاحیت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور اکبری فتنوں کے مقابلہ میں اور اسلام کے دشمنوں کے مکروفریب کا جواب دینے اور بے راہ روی کرنے والوں کے دلوں کی اصلاح کے لیے دامن سمیٹا اور انھوں نے اس راستہ میں کامیاب اور اچھا جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کو ان کی کوششوں میں کامیابی عطا فرمائی اور ان شہروں میں اسلام کے تابناک ماضی کو لوٹا دیا اور دین کے کلمہ کو از سر نو بلند کیا اور مسلمان اپنے دین اور عقائد کے تعلق سے امن و سکون میں ہوگئے۔

شیخ احمد سرہندی کی نشونما دسویں صدی کے ربع آخیر میں ہوئی جس وقت بادشاہ اکبر نے اپنی خبیث تعلیمات اور باطل نظریات اور پروپیکنڈہ کو پھیلانا شروع کیا تو آپ ابتدا ہی میں معاملہ کو سمجھ گئے اور قریب سے حالات کی نگرانی کرنے لگے اور اس فتنہ اور معرکہ آرائی کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کرنے لگے تو آپ نے قبیلہ کے تمام طبقات کے درمیان کشادہ طور پر تبلیغ کو انجام دیا اور ان کے متبعین اور مریدوں نے ملک کے طول وعرض میں اس کو پھیلایا اور لشکر کے امیروں اور سرکاری دفاتر کے ان روساء کے پاس لکھا جن میں کچھ سوجھ بوجھ محسوس کی غفلت سے ان کو بیدار کرتے ہوئے اور ان کی نظروں کو مبذول کراتے ہوئے اس کی طرف جس کو اکبری فتنہ نے انجام دیا یعنی مصیبت دین حق کی آزمائش اور مسلمانوں پر وبال ومصیبت کو جاری وطاری کیا اور وہ اس معاملہ کے تعلق سے برابر کوشش کرتے رہے اور دعوت وتبلیغ کی نشرواشاعت اور بدعات و منکرات سے جنگ کی کوشش کرتے ہوئے یہاں تک کہ ان کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور ان کی کوششوں کا درخت پھل لایا اور گونا گوں پھل دئے تو اس سے مسلمان شاداں و فرحاں ہوئے اور اسلام کی عزت وآب وتاب ہندوستانی شہروں میں لوٹ آئی مگر اس دعوت کے نتائج اکبر کی موت کے بعد ہی ظاہر ہوئے جبکہ یہ فتنہ اس کے بیٹے بادشاہ جہاں گیر کے زمانے میں شباب پر تھا اور مسلمان اور داعیان اسلام پر اسی طرح ظلم کیا جاتا تھا جس طرح بادشاہ اکبر کے زمانے میں کیا جاتا تھا یہاں تک کہ بدمعاش بادشاہ جہاں گیر نے شیخ سرہندی کو گوالیار کے قلعہ میں

محبوس کرنے کا حکم دیا یہ ایسا شہر ہے جو کہ ہندوستان کے درمیان ہے اپنی مخلوق کے بارے میں اللہ کے معاملہ میں سے تعجب خیزبات یہ ہے کہ یہ قید وبند ہندوستان میں اسلامی دعوت وتبلیغ کے لیے عظیم نعمت میں تبدیل ہوگئی اور شیخ کو قلعہ میں داخل ہوئے تھوڑے ہی دن گزرے تھے یہاں تک کہ قید خانہ کی زمین تبدیل ہوگئی اور چور رہزن جیسے مجرمین نماز پڑھنے لگے اور سجدہ کرنے لگے اور شیخ کے اوامر کی بجاآوری کرنے لگے اور اپنے اسلامی واجبات کو ادا کرنے لگے اس طرح اس سے پہلے نہیں دیکھا گیا اور قید خانہ کے دروغہ نے اس کو دیکھ لیا اور بادشاہ کو یہ خبر دیتے ہوئے لکھا کہ محبوس شیخ سرہندی اس طرح کے نہیں ہیں کہ ان کو قید کیا جائے بےشک وہ ایک فرشتہ صفت انسان ہیں اور زمانہ اس کے مثل کم پیدا کرتاہے اگر بادشاہ کی رائے ہو تو ہم ان کو آزاد کردیں اور ان کی تعظیم کریں جس کے وہ مستحق ہیں اور شیک کے بارے میں سختی کے تمام اقدامات صادر ہونے پر بادشاہ شرمندہ ہوا اور ان کو اپنے دارالسلطنت کرنے کا حکم دیا اور جب اس کو تخت شاہی سے قریب ہونے کی خبر ملی تو شہزادہ خرم (شاہجہاں)مملکت کے ولی عہد کو ان کا استقبال کرنے اور ان کے تشریف لانے پر مبارکباد پیش کرنے کے لیے بھیجا جو کہ اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے اور شاہجہاں کے نام سے موسوم ہوئے ۔

اور اس طرح شیخ دار السلطنت پہونچے بادشاہ کے دروازے پر حاضر ہوئے تو بادشاہ اور اس کے درباریوں کو اسلامی طور طریقے سلام کیا ا ور اس کو سجدہ نہ کیا جس طرح لوگ ان دنوں لوگ سجدہ کرتے تھے تو بادشاہ نے ان کی جانب سے کچھ برداشت کیا اور ان سے فراخدلی کے ساتھ ملا اور ان سے شاہی محل میں رہنے پر اصرار کیا یہاں تک کہ اس کے لیے ان کی نصیحتوں سے ذخیرہ اندوزی آسان ہوجائےاور ان کی مجالس سے خیر وفضل حاصل ہو تو شیخ کچھ دن تک شاہی محل میں ٹھہرے ان کی لائق شکر کوششوں اور مؤثر نتیجوں کا اثر یہ ہواکہ بادشاہ بہت سی بدعات ومنکرات کو ختم کرنے پر راضی ہوگیا جن کی ابتدا اس کے ظالم باپ بادشاہ اکبرنے کی تھی ۔

سید جلیل اللہ تعالی ان کی قبر کو سیراب کرے اور ان پر اپنی رحمت کی موسلا دھار بارش برسائے دوسرے بھی عمدہ کام روشن اور لائق شکر کوششیں ہیں یہ مقام ان کے ذکر اور ان کے تفصیلی بیان کی وسعت نہیں رکھتا ہے۔

دار المصنفین اعظم گڑھ (از استاذ محمد ناظم ندوی)

ہر امت پر باقی رہنے کے لیے کوشاں ہونےاور اپنی زندگی سے بہرہ مند ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کہ وہ اپنے دین گی گرہ کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنے عقائد کی رسی کو تھام لے اور یہ صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جبکہ لوگوں پر ان کے دین کو ایسے نئے اسلوب میں پیش کیا جائے جس سے ان کی طبیعتیں اور اذہان مانوس ہیں اور اسی طرح اس گمراہی میں گرنے سے روکنا ممکن نہیں ہے جس مغربی تہذیب نے ان کی آنکھوں کو چکاچوند کردیا مگر ان کے اعتراضات کا جواب ایسے جدید اسلوب میں دے کر جو ان کے دلوں کوبھائیں تو سب سے پہلے نوجوانوں اور ان کے علاوہ نوخیزوں کی رگوں میں اس جاری بیماری کو جس نے محسوس کیا وہ علامہ شبلی نعمانی صاحب تصانیف کثیرہ ہیں تو انھوں نے اس کی طرف جلدی سے سبقت کی اور ایسی علمی انجمن قائم کرنے کا عزم مصمم کیا جو ہندوستانی مسلمانوں کی ضرورت کو پورا کرے تو اٹھارہ سال ہو ئے اعظم گڑھ میں ایک انجمن قائم کی اور اس کا نام دار المصنفین رکھا اور اسکے لیے انھوں نے اپنا گھر اور باغ کی زمین کا کچھ حصہ وقف کردیا مگر یہ کہ ان کا وہ درخت جس کو ان کے بابرکت ہاتھوں نے لگایا تھا پھل نہ لایا اور موت ان کے اور ان کی پاکیزہ آرزوؤں کے درمیان حائل ہوگئی لیکن انھوں نے اپنے ہوشیار اور بے دار

مغز شاگردوں کی ایک جماعت چھوڑی اور ان لوگوں کا ایک طبقہ چھوڑا جو کہ ان کے علم وافر اور کامل معلومات سے سیرابی حاصل کررہے تھے اور سچی محبت سے سیرابی حاصل کررہے تھے تو وہ اپنے کوششوں کو اس راستہ میں صرف کرنے لگے علامہ مرحوم جس کے درپہ ہوئے تھے یعنی اردو میں سیرت النبی ﷺ اور سیر صحابہ تاریخ فلسفہ جدید اور علم کلام جدید کی تصنیف کرنا اور ان کے علاوہ وہ کتابیں تصنیف کرنا جن کی عصر حاضر میں مسلمانوں کو ضرورت ہے۔

انجمن ابتدا میں صرف معمولی گھر اور چھوٹی لائبریری اور علامہ مرحوم کے چند تلامذہ کے نام کی تھی لیکن اللہ تعالی نے اس کو ہندوستان کے بڑے لوگوں کے ذریعہ قوت عطافرمائی جن کے سرپرست علامہ سید سلیمان ندوی تھے اور ہندوستان کی زمین نے اس طرح کے لوگوں کو بہت کم پیدا کیا ہے تو اس کی جڑیں مستحکم اور اس کی شاخیں درازاور اس کا پھل عمدہ ہوگیا اور کیوں نہ ہوتا اس لیے کہ اس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئ تھی جبکہ اس انجمن کا سب سے اہم مقصد یہ تھا کہ خیر البشر ﷺ کی سیرت پر ایک جامع کتاب جدید اور اچھوتے انداز تصنیف میں کرنا جس میں ان تمام اعتراضات کے جواب دئے جائیں جو کہ مستشرقین اور ان کے علاوہ نے اسلام اور نبی ﷺ کے تعلق سے کیے ہیں اور صحابہ کی سیرت میں کتابوں کو تصنیف کرنا تاکہ مسلمان ان کی پاک زندگی کے بارے میں جان لیں اور ان کے نشان قدم کی پیروی کرنے کی کوشش کریں ۔

تم جانتے ہو کہ انجمن اپنے مقصد اور اپنی غرض وغایت میں کامیاب ہوگئی جب بھی اس پر سورج طلوع ہوگا اور رات اس کو ڈھانپے گی تو وہ آگے کی طرف بڑھے گیااور اس کا دائرہ وسیع ہوگا اور اس کی شہرت لمبی ہوگی ۔

یہاں تک کہ اس میں تالیف ہونے والی اور غیر ملکی زبانوں کا اردوزبان میں ترجمہ ہونے والی کتابوں کی تعداد چالیس یا تھوڑی کم پہنچ گئی اور یہ کتابیں مختلف علوم و فنون میں ہیں ان میں سے کچھ سیرت میں ہیں اور کچھ تاریخ میں اور فلسفہ جدید اور علم کلام جدید لغت ادب اور ان کر علاوہ میں ہیں اور سب سے بہتر جو اس انجمن میں تصنیف کی گئی وہ سیرت النبی ﷺ ہے۔

اور اس کتاب کے چند حصے ہیں اور چار حصے انجمن نے شائع کر دیئے ہیں بے شک یہ کتاب بے مثال اور بے نظیر ہے یہاں تک کہ اہل عرب نے نبی کریم ﷺ کی سیرت میں اس جیسی جامع کتاب کی تصنیف وتالیف نہ کی اور اسی وجہ سے اردو نہ جاننے والے مسلمانوں نے اس کو اپنی زبانوں میں منتقل کر لیتے ہیں اور عنقریب وہ اس کے چوتھے حصہ کا بھی ترجمہ کریں گے جس کی طباعت کو دو مہینے گزر گئے ہیں اور اسی طرح دار المصنفین کی بہت سی کتابوں کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے اور یہ روشن دلیل ہے اس بات پر کہ دار المصنفین کی انجمن میں تصنیف کردہ کتابوں کے لیے بڑا فضل اور بڑی خصوصیت ہیں اور اس میں خاص کر ہندوستانی مسلمانوں اور عام طور پر تمام مسلمانوں کے لیے منافع ہیں ۔

اس انجمن کا شہرہ ہندوستان میں ہی محدود نہ رہا بلکہ اس کی شہرت یورپ کے شہروں میں تک پہنچ گئی ہے اور بہت سی علمی انجمن کے ذریعہ اس کا تعارف ہوا اور ابھی بھی بہت سے معاملات میں خط وکتابت جاری ہے اس انجمن کا دائرہ ابتدائی دور میں تنگ تھا اور کوتاہ دست تھی اور اس کے کام کرنے والے رفقا کارکم تھے جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا پھر اس کا انتظام کشادہ ہوگیا اور اس کے شعبہ گوناگوں ہوگئے اور اس کا معاملہ بڑا ہوگیا یہاں تک کہ اس کے عاملین اور رفقا کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی اور انجمن کا ہر شعبہ کشادہ ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہوچکا ہے اور ہر شعبہ ترقی کررہا ہے اور اب انجمن ان لوگوں کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی ہے جنھوں نے اس سے پہلے کوشش کی یا عنقریب اس میں مشترکہ طور پر چندہ دے کر مدد کریں گے اور کتنے ایسے ساتھ ہیں جو کہ شہروں میں انجمن کے باہر رہتے ہیں اس لیے کہ

گھر اور حال اس کی گنجائش نہیں رکھتے ہیں تو وہ اس بات کے لیے مجبور ہیں کہ وہ انجمن کے باہر رہیں اور شورو شغب کی تکلیفوں سے دوچار نہ ہوں اور یہ (شور) اس کے بانیین کے مقصد کے خلاف ہے اس لیے کہ تصنیف و تالیف کے کام میں قلبی سکون مکمل توجہ اور بھرپور صحت کی ضرورت ہوتی ہے اور چیخ و پکار کرنے والوں اور سیٹی بجانے والوں کے درمیان رہنا یہ اس کے مقصد میں خلل ڈالتا ہے اور انجمن کو دو بلڈنگ بنانے کے لیے پچاس ہزار روپیے کی ضرورت ہے ایک بلڈنگ مصنفین حضرات کے لیے اور ایک لائبریری کے لیے جو کہ ہر دن نئی کتابوں کو فروغ دے اور ان میں سے دارالاشاعت کی توسیع پر خرچ کرے اوران نئی کتابوں کے خریدنے پر خرچ کرے جن کی تصنیف و تالیف کے مصنف حضرات ضرورت مند ہوتے ہیں ۔

اور وہ مصنفین رفقا جن کو انجمن تنخواہیں دیتی ہے یہ ان کی ضرورتوں کے لیے کافی نہیں ہوتی ہیں اس لیے کہ وہ بہت کم لوگ ہیں اگر تنخواہ میں کم سے کم ایک ہزار روپئے کا اضافہ کردیا جائے تو وہ چین وسکون کے ساتھ کام کریں گے اسی طرح وہ رفقاء حضرات جو کہ تصنیف و تالیف کرتے ہیں یا انجمن میں کام کرتے ہیں تو وہ بھی انجمن کے ہر مقصد کو پورا نہیں کرپاتے ہیں اسلئے کہ انکی تعداد کم ہے اگران کے ساتھ اصحاب قلم میں سے دس لوگوں کا اضافہ کر دیا جائے تو انجمن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی اور اس کے تعاون کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو علوم کی نشرو اشاعت کو پسند کرتے ہیں تو وہ سالانہ چندہ دینے کی طرف سبقت کریں گے اور وہ بیس روپیے ہیں اور ان کو ماہنامہ معارف سال بھر مفت بھیجا جائے گا ۔

از:محمد گل ریز رضا مصباحی بریلی شریف یوپی
خادم التدریس جامعۃ المدینہ فیضان عطار ناگ پور